36

"تبلیغ خاص" کی تحریک کے متعلق بعض امور کی وضاحت

(فرمودہ 30 اکتوبر 1942ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

"مَیں نے ایک گزشتہ خطبہ میں تبلیغ کی ایک نئی تحریک کے متعلق کچھ کہا تھا۔ اس بارہ میں دوستوں کی طرف سے جو چِٹھیاں موصول ہو رہی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض دوست اس کام کی تفصیلات کو سمجھے نہیں ہیں مثلاً بعض دوستوں نے لکھا ہے کہ ہم نے اس تحریک کے ماتحت ایک یا ایک سے زیادہ خطبہ نمبر جاری کرا دیئے ہیں حالانکہ میرے خطبہ میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس میں اس بات کی اجازت ہو کہ اس تحریک کے ماتحت دوست جس کسی کے نام چاہیں اپنے طور پر خطبہ نمبر یا سن رائز جاری کرا دیں۔ پھر بعض نے لکھا ہے کہ ہم نے دفتر الفضل کو لکھ دیا ہے کہ ہماری طرف سے کسی کے نام خطبہ نمبر جاری کر دیا جائے لیکن اس بات کی اجازت کا بھی میرے خطبہ میں کوئی اشارہ تک موجود نہیں کہ دوست اخبار "الفضل" کے عملہ کو لکھ دیں کہ وہ ان کی طرف سے خود ہی کسی کے نام خطبہ نمبر جاری کر دے بلکہ یہ پرچے جن کی اشاعت کے متعلق مَیں نے تحریک کی ہے وہ مرکزی فہرستوں کے مطابق تقسیم کئے جائیں گے۔ اس لئے جو لوگ خود کسی کے نام پرچہ جاری کرنے کے لئے لکھ دیتے ہیں یا دفتر کو ہدایت کر دیتے ہیں کہ ان کی طرف سے کسی کے نام پرچہ جاری کر دیا جائے ان کا ایسے رنگ میں کام کرنا میری اس تحریک میں حصہ لینا نہیں کہلا سکتا بلکہ اس تحریک میں حصہ لینے والا وہی سمجھا جائے گا کہ جو اس مَد میں جتنا بھی چندہ دے سکتا ہے یا دینا چاہتا ہے وہ

فنانشل سیکرٹری تحریک جدید کے پاس بھیج دے۔ جس کو مَیں نے اس کام کے لئے مقرر کیا ہے۔ پھر اس رقم سے اخبار اور رسالے اس فہرست کے مطابق تقسیم کئے جائیں گے جو دفتر مرکزی تیار کرے گا۔ ہاں ایسے دوست ایسے ناموں سے اطلاع دے سکتے ہیں جن کے نام پرچہ جاری کرنا ان کے خیال میں مفید ہو گا۔ ایسی تجاویز کا آنا یقیناً ہمارے کام میں ممد ہو گا مگر فیصلہ مرکز کے اختیار میں ہو گا۔ وہ ایسے دوستوں کی تجویز کا پابند نہ ہو گا۔

اس بارہ میں مَیں ایک اَور امر بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں جو بعض دوستوں کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی ان پر واضح نہیں ہوا۔ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اس تحریک میں حصہ لینے کے یہ معنے ہیں کہ کوئی ایک پرچہ یا ایک سے زیادہ پرچے جاری کرائے جائیں لیکن میرا یہ منشاء نہیں۔ جو شخص ایک یا ایک سے زیادہ پرچے جاری کرا سکتا ہے بے شک وہ زیادہ ثواب کا مستحق ہے۔ کسی نیک تحریک میں جتنا زیادہ حصہ کوئی شخص لیتا ہے اتنا ہی زیادہ ثواب کا وہ مستحق ہو گا مگر تحریک جدید کی طرح یہ کسی معیّن رقم کی تحریک نہیں بلکہ ایک عام تحریک ہے اور عام تحریک اسی کو کہہ سکتے ہیں جس میں رقم معیّن نہ ہو۔ اگر ہم اس تحریک کو بھی انہی لوگوں تک محدود رکھیں جو کم سے کم ایک اخبار جاری کرا سکیں تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ اس میں صرف وہی لوگ حصہ لے سکیں گے کہ جو کم سے کم اڑھائی روپے یا چار روپے دے سکیں کیونکہ "الفضل" کے ایک خطبہ نمبر کی قیمت اڑھائی روپیہ ہے اور سن رائز کی قیمت چار روپے۔ مگر بہت سے دوست ایسے ہو سکتے ہیں جن کو اڑھائی روپیہ یا چار روپے دینے کی توفیق نہیں مگر ان کے دل میں تبلیغ میں حصہ لینے کا جوش اور خواہش ہے۔ اس لئے اس تحریک کو صرف مالدار لوگوں تک محدود رکھنا مناسب نہیں بلکہ مَیں چاہتا ہوں کہ جماعت کا ہر فرد اس میں حصہ لینے کی کوشش کرے۔ چاہے ایک پیسہ یا دھیلہ دے کر ہی لے۔ فرض کرو ایک ایک پیسہ دے کر ایک سَو ساٹھ آدمی اڑھائی روپے جمع کرتے ہیں تو ان میں سے ہر ایک اس تبلیغ میں حصہ دار ہو سکے گا یا اگر چالیس دوست ایک ایک آنہ دینے کی توفیق رکھتے ہیں اور وہ مل کر اڑھائی روپے جمع کر دیتے ہیں اور اس طرح ایک پرچہ جاری کراتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ انہیں اس عام تحریک سے محروم رکھا جائے یا علیٰ قدرِ مراتب بعض دوست دو دو آنے یا چار چار آنہ

یا آٹھ آٹھ آنہ دے کر حصہ لے سکیں اور اس طرح مل کر ایک پرچہ جاری کرا سکیں۔ تو اگر ہم اڑھائی روپیہ کی شرط لگا دیں تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ ہم ان کو اس میں حصہ لینے سے روکتے ہیں۔ تحریک جدید اور اس تحریک میں فرق یہی ہے کہ تحریک جدید کی اصل غرض یہ ہے کہ زیادہ تر بوجھ آسودہ حال لوگوں پر پڑے۔ تحریک جدید کا مقصد یہ ہے کہ ایک ایسا فنڈ مہیا کیا جائے جو تبلیغ کے کچھ حصہ کا خرچ ادا کرتا رہے چونکہ اس میں جائداد پیدا کرنے کی صورت تھی اس لئے اس کا بوجھ زیادہ تر صاحب جائداد لوگوں پر ڈالا گیا اور یہ شرط رکھی گئی کہ اس میں جو حصہ لینا چاہے کم سے کم ایک سال میں پانچ روپے چندہ دے۔ وہ چونکہ ایسے لوگوں سے تعلق رکھتی ہے اور ایسے کام کے لئے ہے جو مالداروں سے مشابہت رکھتا ہے، چاہے سلسلہ کے لئے ہی اس سے جائداد خریدی جا رہی ہے۔ بہر حال وہ مال ہے اس لئے اسے ایسے لوگوں تک محدود رکھا گیا جن کی جائدادیں ہوتی ہیں اور اس وجہ سے ان کے اموال مشکوک بھی ہو سکتے ہیں۔ اس لئے یہ تحریک ان کے لئے مخصوص کی گئی تا ان کے مال حلال ہو جائیں اور جائداد کی زکوٰۃ نکل جائے اور ان کی جائدادوں سے ایک حصہ خدا تعالیٰ کے نام پر خرچ ہو سکے مگر یہ تحریک ایسی نہیں جس سے کوئی جائداد بنائی جاتی ہے بلکہ یہ اعلائے کلمۃ اللہ کے روزہ مرہ کے کاموں کے لئے ہے اور اعلائے کلمۃ اللہ کا فرض ہر ایک کے لئے ہے۔ پس اس تحریک میں حصہ لینے میں کوئی روک نہیں اور کوئی شرط نہیں کہ ضرور کم سے کم اتنی رقم دی جائے مگر اس کے یہ معنی بھی نہیں کہ اگر کوئی زیادہ دے سکتا ہے تو میری طرف سے اس رعائت سے فائدہ اٹھا کر وہ کم دے دے۔ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ثواب ملنے کی بات ہے مجھ سے یا کسی اَور سے کچھ حاصل کرنے کی بات نہیں۔ اس لئے جو شخص اس میں زیادہ حصہ لے سکتا ہے اور نہیں لیتا وہ خدا تعالیٰ کے حضور ثواب کا حقدار نہیں بلکہ کوتاہی کا مجرم ہو گا۔ تبلیغ کو قرآن کریم نے ہر مومن پر فرض قرار دیا ہے اس لئے جو شخص اس میں زیادہ حصہ لے سکتا ہے مگر کم لیتا ہے وہ یقیناً مجرم ہے۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ مَیں نے ایک روپیہ دے دیا اور اپنا فرض ادا کر دیا۔ خدا تعالیٰ یہ نہیں کہے گا کہ اسے ایک روپیہ دے دینے کا ثواب دیا جائے بلکہ کہے گا کہ اس پر چار روپے واجب تھے مگر دیا اس نے ایک۔ اس لئے باقی تین نہ دینے پر اسے گرفت کی جائے۔ پس اس

تحریک کو عام کرنے کے معنے یہ نہیں ہیں کہ جو زیادہ دینے کی توفیق رکھتے ہیں وہ اس سے فائدہ اٹھا کر اپنے آپ کو ثواب سے محروم کر لیں۔ انہیں چاہئے کہ ثواب کے اس کام میں بڑھ بڑھ کر حصہ لیں تا اللہ تعالیٰ کی باتیں زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچ سکیں اور اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کے دلوں کو اسلام اور احمدیت کے لئے ان کے ذریعہ کھول دے اور وہ جماعت میں شامل ہوں اور پھر وہ اس تحریک میں حصہ لیں اور پھر ان کے ذریعہ اَور لوگ ہدایت پائیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسلام اور احمدیت کو زیادہ سے زیادہ لوگوں کے دلوں میں راسخ کر دے۔ میرے آج کے خطبہ کی غرض یہ واضح کرنا ہے کہ اس تحریک میں حصہ لینے سے غرباء کو محروم کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اگر کوئی ایک پیسہ یا ایک دھیلہ دے کر بھی اس میں حصہ لے سکتا ہے تو لے بلکہ آجکل تو کوڑیوں کا رواج نہیں، پہلے زمانہ میں یہ استعمال ہوتی تھیں۔ اگر آج بھی یہ استعمال ہوتیں تو مَیں کہتا کہ اگر کوئی چند کوڑیاں دے کر بھی اس میں حصہ لینا چاہے تو اسے ثواب سے محروم نہ رکھا جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسے لوگ بھی تھے جو جنگوں وغیرہ کی تیاری کے لئے ہزاروں روپیہ چندہ دیتے تھے اور وہ بھی تھے جو مٹھی بھر گیہوں یا جَو دے کر ہی حصہ لیتے تھے[1] بلکہ ایک شخص کے پاس کھانے کے لئے کچھ کھجوریں تھیں وہ وہی دے گیا۔ اللہ تعالیٰ مال کی کثرت یا قلت کو نہیں دیکھتا بلکہ دلوں کو دیکھنے والا ہے اور وہ دلوں کی صفائی کو چاہتا ہے۔ اس لئے ایسے کاموں سے کسی کو محروم نہیں رکھنا چاہئے، جن سے دلوں کی صفائی ہوتی ہے۔ تبلیغ بھی ایسے ہی کاموں میں سے ہے جن سے دل کی صفائی ہوتی ہے۔ تبلیغ میں حصہ لینے والا اپنے نفس پر بھی بوجھ ڈالتا ہے اور اس طرح اس سے دل کی صفائی ہوتی ہے۔ اصلاح نفس کے ذرائع میں سے تبلیغ ایک بہت بڑا اور اہم ذریعہ ہے اور ہر شخص کو یہ موقع نہیں ہوتا کہ وہ دنیا میں جا کر تبلیغ کرے اور اس لئے اگر وہ اس تحریک میں کچھ رقم دیتا ہے جس کا مقصد تبلیغ کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانا ہوتا ہے تو وہ یقیناً ثواب میں آگے قدم بڑھاتا ہے۔

پس آج کے خطبہ کے ذریعہ مَیں دونوں غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا چاہتا ہوں۔ میری اس تحریک کا یہ مطلب نہیں کہ دوست خود ہی کسی کے نام الفضل کا خطبہ نمبر یا سن رائز جاری کرا دیں یا ان اخباروں کے عملہ کو ہدایت کر دیں کہ وہ کسی کے نام ان کی طرف سے اخبار جاری کر دیں۔

اپنے طور پر اگر وہ ایسا کرنا چاہیں تو بے شک کرا دیں لیکن یہ ان کی طرف سے اس تحریک میں حصہ لینا نہ ہو گا۔ اس میں حصہ لینے والا وہی سمجھا جائے گا جو اس تحریک میں روپیہ یا وعدہ تحریک جدید میں بھیجے پھر اس تحریک میں وعدہ کرنے والے اس امر کا خیال رکھیں کہ یہ کوئی ایسی تحریک نہیں کہ اس کے وعدے سالوں پر پھیلائے جائیں گے اور ان وعدوں کی ادائیگی کے لئے یاد دہانیوں کے لئے کوئی دفتر قائم کیا جائے گا۔ یہ کوئی ایسی رقم نہیں کہ یاد دہانیوں کے لئے کوئی دفتر مقرر کیا جا سکے۔ اگر اس کے لئے کوئی دفتر مقرر کیا جائے تو یہ رقم اسی پر خرچ ہو جائے گی۔ اس میں تو جو وعدہ ہو گا وہ لکھ لیا جائے گا اور وعدہ کرنے والے کو چاہئے کہ ایک ماہ کے اندر اندر خود ہی موعودہ رقم بھیج دے۔ اگر تو کوئی ایک ماہ تک بھیج دے گا تو وہ شمار کر لیا جائے گا ورنہ اس کا نام کاٹ دیا جائے گا۔ کسی کو یاد دہانی نہ کرائی جائے گی کیونکہ اس کے لئے کوئی الگ دفتر نہیں۔ یہ رقم اتنی تھوڑی ہے کہ اس کے لئے کوئی الگ دفتر مقرر نہیں کیا جا سکتا اور نہ یاد دہانیوں کے لئے کوئی خرچ کیا جا سکتا ہے۔ تحریک جدید کے چندہ کا وعدہ کرنے والوں کو یاد دہانی کرائی جاتی ہے اور دفتر سے بعض دفعہ دس دس بارہ چٹھیاں لکھی جاتی ہیں۔ میرے خطبوں کے پرچے بھیجے جاتے ہیں۔ آجکل لفافہ چھ پیسے میں اور کارڈ تین پیسے میں جاتا ہے۔ اخبار پر بھی جو یاد دہانی کے طور پر بھجوایا جائے دو پیسہ کے ٹکٹ لگتے ہیں اور اگر اس چھوٹی سی رقم کے لئے تحریک جدید کی طرح ہی بار بار خط لکھے جائیں یا اخبار کے پرچے بھیجے جائیں تو جس نے آٹھ آنہ کا وعدہ کیا ہے اس پر تو یاد دہانیوں میں وعدہ کی رقم ساری ہی خرچ ہو جائے گی بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس سے بھی زیادہ خرچ آ جائے جتنا کسی کا وعدہ ہے۔ اس لئے اس تحریک کے متعلق کوئی ایسی صورت اختیار نہ کی جائے گی۔ اس میں جو وعدہ کرے گا سمجھا جائے گا کہ وہ خود ہی رقم بھیج دے گا اور اگر وہ خود نہ بھیجے گا تو اس کا نام کاٹ دیا جائے گا۔ اس لئے جو اس میں حصہ لینا چاہتا ہے چاہئے کہ وہ نقد ادا کر دے اور اگر زیادہ رقم دینا چاہتا ہے اور ساری رقم اس کے پاس نقد نہیں تو بقیہ بعد میں ادا کرنے کے لئے وقت مقرر کر دے اور پھر خود ہی اس وقت تک بھیج دے۔ کوئی دفتر اس بارہ میں یاد دہانی نہ کرائے گا۔ غرض یکمشت وعدہ کی رقم ایک ماہ تک آ جانی چاہئے لیکن اگر کوئی شخص 6 ماہ کے بعد ادا کرنا چاہتا ہے تو اسے نام لکھانے کی

ضرورت نہیں۔ 6 ماہ کے بعد یا جب بھیجنا چاہے پھر بھیج دے۔ اس میں کوئی ایسی شرط نہیں کہ فلاں تاریخ تک ہی اس میں حصہ لیا جاسکے گا۔ جیسے تحریک جدید میں ہوتا ہے۔ جب بھی کوئی چاہے رقم بھیج سکتا ہے۔ ہاں جلد حصہ لینے والے سَابِقُوْنَ میں شمار ہوں گے اور خدا تعالیٰ کے حضور اسی ثواب کے مستحق ہوں گے جو سَابِقُوْنَ کو ملتا ہے۔

اسی سلسلہ میں مَیں ایک اَور بات کی طرف بھی دوستوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ صدر انجمن احمدیہ اور نظارت دعوۃ و تبلیغ سے تعلق رکھتی ہے۔ پہلے خطبہ نمبر زیادہ صفحات پر شائع ہوُا کرتا تھا اور اس میں خطبہ کے علاوہ اور مضامین بھی ہوُا کرتے تھے مگر اب وہ بھی آٹھ ہی صفحات کا ہوتا ہے۔ اس سے وہ غرض پوری نہیں ہو سکتی جو میری اس تحریک سے ہے۔ میری غرض یہ ہے کہ خطبہ نمبر ایسا ہو کہ جس میں ساری باتیں آ جائیں صرف خطبہ ہی نہ ہو۔ اس لئے خطبہ نمبر کے صفحات بڑھائے جائیں۔ زیادہ نہیں تو کم سے کم بارہ صفحات کا ہی ہو۔ اگر اخبار والے یہ ثابت کر دیں کہ بارہ صفحات کا پرچہ اتنی قیمت میں نہیں دیا جا سکتا تو قیمت میں اضافہ کی بھی اجازت دی جاسکتی ہے۔ اگرچہ مَیں اس بات کو نہیں سمجھ سکتا کہ کیوں اسی قیمت میں بارہ صفحات کا پرچہ نہیں دیا جا سکتا۔ اخبار "فاروق" بارہ بلکہ سولہ صفحات کا ہوتا تھا اور اس کی قیمت اڑھائی روپیہ ہی تھی۔ اگر الگ ایڈیٹر اور علیحدہ عملہ رکھنے کے باوجود "فاروق" زیادہ صفحات پر شائع ہو سکتا تھا تو کوئی وجہ نہیں "الفضل" زیادہ صفحات کا شائع نہ ہو سکے جبکہ اس کے لئے کسی علیحدہ عملہ کا خرچ برداشت نہ کرنا پڑے گا۔ تاہم اگر وہ ثابت کر دیں کہ خرچ زیادہ آتا ہے تو خواہ سمجھ میں نہ آئے، قیمت میں اضافہ کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ بہرحال خطبہ نمبر کو خاص طور پر ایڈیٹ کیا جانا چاہیئے۔ "سن رائز" کا نصف سے زیادہ حصہ دوسرے مضامین کے لئے وقف ہوتا ہے، کوشش کی جائے کہ اس میں بھی اور الفضل کے خطبہ نمبر میں بھی زیادہ سے زیادہ تبلیغی کوائف اور ہندو بیرون ہند میں جماعت کی تبلیغی مساعی کا ذکر ہو۔ تا اسے مطالعہ کرنے والا سلسلہ کے حالات سے پوری طرح واقف ہو سکے۔ مَیں جماعت کے مضمون نگار دوستوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس پرچہ کو زیادہ سے زیادہ دلچسپ بنانے کی کوشش کریں۔ اس کے متعلق مَیں نے پہلے بھی توجہ دلائی ہے اور کئی بار ایسی باتیں بھی بیان کی ہیں

جن پر عمل کر کے اسے زیادہ دلچسپ بنایا جا سکتا ہے مگر ان کی طرف اتنی توجہ نہیں کی گئی جتنی کرنی چاہئے تھی اور جتنی توجہ کرنے سے وہ پرچہ بہت زیادہ مفید ہو سکتا ہے اس میں ایسے دلچسپ مضامین ہونے چاہئیں کہ اگر کسی کو سلسلہ سے مذہبی دلچسپی نہ بھی ہو تو بھی وہ ضروری اسلامی مضامین کے لحاظ سے اسے پڑھنے پر مجبور ہو۔ حق بات یہی ہے کہ جو شخص ایک بار دیانت داری سے سلسلہ کے لٹریچر کا مطالعہ کرے وہ مجبور ہو جاتا ہے کہ پھر بھی اسے پڑھے۔ تھوڑا عرصہ ہوا مجھے ایک غیر احمدی صاحب کا خط آیا جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ مَیں پہلے آپ کی جماعت کا سخت مخالف تھا اور آپ کے لٹریچر کو ہاتھ بھی نہ لگاتا تھا۔ ایک دفعہ مَیں نے مجبوری کی حالت میں "الفضل" کا ایک پرچہ پڑھ لیا اور اب مَیں باقاعدہ اس کا مطالعہ کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ اسلامی امور کی تائید جیسی اس اخبار میں ہوتی ہے ویسی اَور کسی میں نہیں ہوتی اور اسلام کی سچی خدمت کرنے والا یہی اخبار ہے۔ تو دیانتداری سے سلسلہ کا لٹریچر پڑھنے والوں پر ضرور اثر ہوتا ہے۔ مجھے یاد ہے جب مَیں نے "الفضل" کو جاری کیا وہ ہفتہ وار تھا اور کئی غیر احمدیوں کو اس سے عقیدت تھی۔ ایک دفعہ سندھ سے ایک غیر احمدی نوجوان کا خط مجھے آیا۔ اس نے لکھا تھا کہ تین ماہ سے یہ اخبار میرے نام آتا ہے۔ مَیں غیر احمدی ہوں۔ ابھی ایک ماہ ہوا میری شادی ہوئی ہے اور مجھے اپنی بیوی سے بڑی محبت ہے۔ اس ہفتہ آپ کا اخبار مجھے نہیں ملا، معلوم نہیں دفتر کی غلطی سے یا ڈاک خانہ کی غلطی سے، بہر حال مجھے پرچہ نہیں ملا اور اس سے مجھے اتنی تکلیف ہوئی ہے کہ مَیں نہیں سمجھتا اگر مجھے یہ اطلاع ملتی کہ میری بیوی فوت ہو گئی ہے تو اس خبر کے سننے سے مجھے زیادہ تکلیف ہوتی یا پرچہ کے نہ ملنے سے زیادہ ہوئی ہے۔ اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اگر سلسلہ کا لٹریچر بار بار کسی کے سامنے آتا رہے تو اس قسم کا لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے کہ اس کے بغیر وہ رہ نہیں سکتا۔ جب تک تو انسان واقف نہیں ہوتا۔ وہ سمجھتا ہے خبر نہیں، یہ کیسے لوگ ہیں مگر جب وہ واقف ہو جائے تو اس پر ضرور اثر ہوتا ہے۔ پچھلے دنوں ایک معزز غیر احمدی یہاں آئے اور حالات کو دیکھ کر ان پر اتنا اثر ہوا کہ انہوں نے کہا کہ آپ لوگوں کو چاہئے باہر سے لوگوں کو یہاں بلوایا کریں۔ یہاں آکر بہت سی غلط فہمیاں جو باہر پھیلی ہوئی ہوتی ہیں دور ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح چند روز ہوئے ایک غیر مسلم لیڈر

یہاں آئے اور جب مجھ سے ملے تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ باہر آپ لوگوں کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ چاہئے کہ آپ باہر سے لوگوں کو بکثرت یہاں بلایا کریں اور یہاں کے حالات ان کو دکھائیں مگر قادیان میں آنا ہر ایک کا کام نہیں۔ ہاں اخبار اور لٹریچر ان تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا چودھری ظفر اللہ خان صاحب کے ساتھ گورنمنٹ آف انڈیا کے ایک بڑے افسر قادیان آئے۔ وہ چودھری صاحب کے دوست تھے۔ یہاں سے واپس جانے کے بعد ایک دفعہ وہ چودھری صاحب سے ملے تو مذاق میں کہنے لگے کہ آپ لوگوں کو چاہئے مجھے تنخواہ دیا کریں۔ چودھری صاحب نے پوچھا کیوں؟ وہ کہنے لگے کہ مَیں آپ لوگوں کا مبلغ ہوں۔ وہ ہندو تھے اور گورنمنٹ آف انڈیا میں ایک بڑے افسر تھے۔ وہ کہنے لگے کئی لوگ میرے پاس آتے ہیں اور مختلف باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ مَیں نے محسوس کیا ہے کہ ہر ایک کا دل آپ لوگوں کے خلاف بُغض سے بھرا ہوا ہے۔ جس سے بھی ذکر آئے وہ برا بھلا کہنے لگ جاتا ہے۔ بعض مجھ پر بھی اعتراض کرتے ہیں کہ آپ قادیان کیوں چلے گئے۔ مَیں ان سے کہا کرتا ہوں کہ سچائی معلوم کرنے کے دو طریق ہو سکتے ہیں یا تو آدمی لٹریچر کو پڑھے یا خود ان لوگوں کے حالات کو دیکھے۔ لٹریچر کے لحاظ سے مَیں اور آپ برابر ہیں۔ نہ مَیں نے کوئی لٹریچر پڑھا ہے نہ آپ نے۔ اس لئے اس لحاظ سے نہ آپ کو اعتراض کا حق ہے اور نہ مجھے۔ باقی رہ گیا دوسرا ذریعہ۔ سو مَیں خود وہاں جا کر دیکھ آیا ہوں مگر آپ نے نہیں دیکھا۔ مَیں دیکھ آیا ہوں کہ وہاں بہت اچھا کام ہو رہا ہے اس لئے میرا حق ہے کہ کوئی دعویٰ کر سکوں۔ آپ کا کوئی حق نہیں کیونکہ آپ نے دیکھا نہیں۔ ایسے آدمی کی بات کا بہت اثر ہوتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں یہ ہندو ہے، اتنا بڑا افسر ہے اور یہ اجنبی ہو کر تعریف کرتا ہے، غلط نہیں کہتا ہو گا۔ پس حقیقت معلوم کرنے کے دو ہی طریق ہیں یا تو یہاں آ کر کوئی دیکھے اور یا لٹریچر کا مطالعہ کرے۔ یہاں آنا تو مشکل ہے گو جو آتے ہیں وہ ضرور اثر لے کر جاتے ہیں۔ جلسہ پر جو غیر احمدی یہاں آتے ہیں ان میں سے ساٹھ ستر فیصدی بیعت کر لیتے ہیں مگر ہر ایک یہاں آ نہیں سکتا بالخصوص بڑے لوگوں کا آنا تو بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ایسا مشغول سمجھتے ہیں کہ ان کا خیال ہوتا ہے ساری دنیا انہی کے سہارے پر چل رہی ہے۔ اگر وہ اپنا کام نہ کریں تو دنیا کا کام

چلنا بند ہو جائے۔ ویسے بھی جب تک کوئی بڑی پوزیشن والا آدمی ان کو نہ بلائے آنا مناسب نہیں سمجھتے۔ بعض بڑے بڑے لوگوں کو جب چودھری ظفر اللہ خان صاحب بلاتے ہیں تو وہ آ جاتے ہیں مگر دوسرے جو ان سے واقف نہیں اور جن کو وہ نہیں بلاتے ان کے آنے کی کوئی خاص صورت نہیں۔ مگر ہم لٹریچر کے ذریعہ ان تک پہنچ سکتے ہیں۔ اس لئے نہ صرف یہ کہ ہمیں ان تک لٹریچر پہنچانا چاہئے بلکہ جو لٹریچر بھیجا جائے وہ ایسا مکمل ہونا چاہئے کہ اسلام اور احمدیت کا صحیح نقشہ پڑھنے والے کی آنکھوں کے سامنے آجائے۔اس کے لئے مَیں الفضل کے عملہ اور نظارت دعوۃ و تبلیغ کو جس کے ماتحت وہ ہے اور دفتر تحریک جدید کو جس کے ماتحت سن رائز ہے توجہ دلاتا ہوں کہ ان پرچوں کو زیادہ سے زیادہ مکمل اور دلچسپ بنانے کی کوشش کریں۔ ان کے علاوہ مَیں سلسلہ کے مضمون نگاروں کو بھی جنہیں اللہ تعالیٰ نے اچھا لکھنے کی توفیق دی ہے یہ کہتا ہوں کہ وہ مختصر عبارتوں میں ایسے مضامین لکھیں کہ جن سے یہ پرچے زیادہ دلچسپ اور زیادہ مفید بن سکیں اور لوگوں کی توجہ تبلیغ کی طرف کھینچ سکے۔ خالی دلچسپی بھی کوئی چیز نہیں۔ یہ تو بھانڈ پن ہی ہے بلکہ دلچسپی کا مطلب یہ ہے کہ دین کے معاملات کو ایسی عمدگی اور خوبصورتی سے پیش کیا جائے کہ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل ہوں۔ قرآن کریم سے زیادہ دلچسپ کتاب اَور کوئی نہیں ہو سکتی مگر اس میں کھیل تماشہ کی کوئی بات نہیں۔ پھر بھی کافر یہ کہتے تھے کہ کانوں میں انگلیاں ڈال لو۔ خوب شور مچاؤ تا یہ کلام کانوں میں نہ پڑے۔[2] وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر [3] اور قرآن کریم کو سحر کہتے تھے۔[4] یہ دلچسپی کی ہی بات ہے اور اس کا مطلب یہی ہے کہ جو سنے اس پر ضرور اثر ہوتا ہے۔ بشرطیکہ اس کے دل میں خدا کا خوف ہو۔ ہاں جس کا دل ہی بیمار ہو اس پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا جس طرح کوئی کھانا خواہ کس قدر لذیذ اور عمدہ کیوں نہ ہو۔ بیمار آدمی کو اس کی طرف رغبت نہیں ہوتی۔ پس جن کے دل بیمار نہ ہوں۔ ان پر خدا تعالیٰ کے کلام کا اثر ضرور ہوتا ہے اور جن کے دل بیمار نہیں اور جو دل سے مذہب کو سچا سمجھتے ہیں ان کے لئے قرآن کریم سحر کا کام دیتا ہے اور ایسا اثر کرتا ہے کہ گویا جادو ہے جو اپنی طرف کھینچے لئے جا رہا ہے۔ اسی وجہ سے مکہ کے لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر اور قرآن کریم کو سحر کہتے تھے اور اسی وجہ سے سب انبیاء کو ساحر کہا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو

بھی ساحر کہتے تھے۔ مجھے یاد ہے ایک دوست نے سنایا کہ فیروز پور کے علاقہ میں ایک مولوی تقریر کر رہا تھا کہ احمدیوں کی کتابیں بالکل نہ پڑھنی چاہئیں اور قادیان میں ہرگز نہ جانا چاہئے اور اس کذّاب نے لوگوں کو اپنا ایک مَن گھڑت واقعہ بھی اپنی بات کی تائید میں سنایا۔ اس نے کہا مَیں ایک دفعہ قادیان گیا، میرے ساتھ ایک رئیس بھی تھا۔ ہم مہمانہ خانہ میں جا کر ٹھہرے اور کہا کہ مرزا صاحب سے ملنا ہے۔ تھوڑی دیر میں مولوی نور الدین صاحب آگئے اور بڑی میٹھی میٹھی باتیں کرنے لگے۔ اس کے تھوڑی دیر کے بعد ہمارے لئے ایک شخص حلوہ لایا اور مولوی نور دین صاحب نے کہا کہ یہ آپ لوگوں کے لئے تیار کرایا گیا ہے۔ مَیں تو جانتا تھا اس لئے سمجھ گیا کہ اس حلوے پر جادو کیا گیا ہے اس لئے اسے ہاتھ تک نہ لگایا مگر میرے ساتھی کو پتہ نہ تھا اس نے کھالیا۔ مَیں کوئی بہانہ بنا کر وہاں سے کھسک گیا۔ مولوی نور دین صاحب کو یہ پتہ نہ لگ سکا کہ مَیں نے حلوہ نہیں کھایا۔ تھوڑی دیر کے بعد میرا وہ ساتھی کہنے لگا کہ میرے دل کو تو ایسی کشش ہو رہی ہے کہ مَیں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ گویا اس پر حلوے کا اثر ہو گیا مگر مَیں نے تو کھایا ہی نہ تھا اس لئے مجھ پر کوئی اثر نہ ہوا اور تھوڑی دیر ہوئی تو مرزا صاحب نے اپنی فٹن تیار کرائی اس میں وہ خود بھی بیٹھے اور مولوی نور دین صاحب کو بھی بٹھایا۔ مجھے بھی ساتھ بٹھا لیا اور لگے مجھ سے باتیں کرنے۔ مَیں بھی تجربہ کرنے کے لئے سر ہلاتا گیا۔ انہوں نے سمجھا یہ مان لے گا۔ اس نے حلوہ کھا لیا ہوا ہے۔ پہلے تو کہا کہ مَیں نبی ہوں پھر تھوڑی دیر کے بعد کہا کہ مَیں محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) سے بھی بڑھ کر ہوں اور پھر کہا کہ مَیں خدا ہوں۔ یہ باتیں سن کر مَیں نے کہا اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ، یہ سب جھوٹ ہے۔ اس پر مرزا صاحب نے مولوی نور دین سے حیرت کے ساتھ پوچھا کہ کیا اسے حلوہ نہیں کھلایا تھا؟ انہوں نے کہا کھلایا تو تھا۔ اس مجلس میں ایک غیر احمدی وکیل بھی تھے جو کسی زمانہ میں یہاں حضرت خلیفہ اول کے پاس علاج کے لئے آئے تھے۔ یہ بات سن کر وہ کھڑے ہو گئے اور کہا کہ مَیں تو مولویوں سے پہلے ہی بد ظن تھا اور سمجھتا تھا کہ یہ لوگ بہت جھوٹے ہوتے ہیں مگر آج مَیں نے سمجھا کہ ان سے زیادہ جھوٹا اَور کوئی ہوتا ہی نہیں۔ انہوں نے لوگوں سے کہا آپ لوگ جانتے ہیں مَیں احمدی نہیں ہوں مگر مَیں علاج کے لئے خود وہاں ہو کر آیا ہوں اور وہاں رہا ہوں۔ مولوی صاحب نے جتنی باتیں کیں

سب غلط ہیں۔ فٹن تو کجا وہاں تو کوئی ٹانگہ بھی نہیں (اس زمانہ میں یہاں یکے ہی ہوتے تھے) اور خدا تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ فٹن آج تک یہاں نہیں ہے۔ تو اب بھی ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے ہیں کہ یہاں جادو ہے اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ دیکھتے ہیں کہ جو لوگ اس جماعت میں داخل ہوتے ہیں ان کو ماریں پڑتی ہیں، گالیاں دی جاتی ہیں، بے عزت کیا جاتا ہے، ان کو مالی نقصان پہنچایا جاتا ہے پھر بھی یہ فدائی رہتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں ان کو مار پیٹ گالی گلوچ اور نقصانات کی وجہ سے ڈر جانا چاہئے مگر ان پر کسی بات کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور وہ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ عقل بھی رکھتے ہیں بے وقوف نہیں ہیں اور عقل رکھنے کے باوجود ان کا اس طرح وابستہ رہنا جادو کی وجہ سے ہی ہو سکتا ہے حالانکہ یہ جادو سچائی کا جادو ہوتا ہے۔ سچائی انسان کو اپنی طرف ایسا مائل کر لیتی ہے کہ جادو کیا کر سکتا ہے۔ دنیا کے جادوگروں میں سے کون ایسا ہے جو لوگوں سے وہ قربانیاں کرا سکے جو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کرائیں۔ مَیں نے بوعلی سینا کا واقعہ پہلے بھی کئی بار سنایا ہے۔ ایک دفعہ اس کا ایک شاگرد اس کی فلسفیانہ باتوں سے ایسا متاثر ہوا کہ اس نے کہا کہ آپ تو نبی ہیں۔ اگر آپ محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کے زمانہ میں ہوتے تو آپ نبی ہوتے۔ بوعلی نے اس کی بات سنی تو چپ ہو رہا۔ یوں تو وہ شرابی کبابی آدمی تھا۔ معلوم ہوتا ہے عقلی طور پر اسلام کو مانتا تھا۔ اپنے شاگرد کی یہ بات سن کر وہ خاموش ہو رہا۔ سردیوں کا موسم آیا تو ایک دفعہ وہ اس کے ساتھ ایک تالاب کے پاس سے گزرا جس پر برف جمی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے اس شاگرد سے کہا کہ کپڑے اتار کر اس تالاب میں چھلانگ لگا دو۔ یہ بات سن کر اس شاگرد نے کہا کہ مَیں تو آپ کو بڑا حکیم سمجھتا تھا مگر معلوم ہوتا ہے آپ تو پاگل ہو گئے ہیں، جو مجھ سے ایسی سخت سردی کے موسم میں اس برف میں چھلانگ لگوانا چاہتے ہیں۔ بوعلی نے اسے کہا کہ تجھے یاد ہے ایک دفعہ تُو نے کہا تھا کہ مَیں نبی ہوں اور کہ اگر محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کے زمانہ میں مَیں ہوتا تو مَیں نبی ہوتا۔ بے وقوف! محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے کہنے پر تو لوگ آگ میں کود جاتے تھے، ان کے کہنے پر ہزاروں لوگوں نے اپنی جانیں قربان کر دیں اور میرے کہنے پر تم تالاب میں چھلانگ لگانے کو تیار نہیں ہوتے۔

تو اللہ تعالیٰ کے انبیاء کے کہنے پر لوگ جو جو قربانیاں کرتے ہیں ان کی مثال کسی دوسری جگہ نہیں مل سکتی۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ کا واقعہ ہے۔ اسلامی لشکر کہیں جا رہا تھا کہ رستہ میں

ایک یخ بستہ دریا تھا۔ اسلامی فوج کے کمانڈر نے ایک سپاہی کو حکم دیا کہ اس میں چھلانگ لگا دو اس نے فوراً تعمیل کی اور گرنے کے ساتھ ہی اس پر فالج گرا اور پھر اسے گھسیٹ کر باہر نکالنا پڑا۔ اس واقعہ کا جب حضرت عمرؓ کو علم ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ کوئی کمانڈر کسی سپاہی کو ایسا حکم نہ دے جو انسانی طاقت سے بالا ہو۔ تو آنحضرت ﷺ تو الگ رہے، آپؐ کے خلیفہ اور اس کے بھی ماتحت ایک فوجی افسر کے حکم پر ایک سپاہی نے برف میں چھلانگ لگا دی اور پوچھا تک نہیں کہ اس کا کیا فائدہ حالانکہ وہ افسر کمانڈر انچیف نہ تھا بلکہ معمولی سا افسر تھا۔ تو اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور مامورین کے ساتھ ایسی عقیدت اللہ تعالیٰ دلوں میں پیدا کر دیتا ہے کہ لوگ کسی بھی قربانی سے نہیں ڈرتے اور اس لئے لوگ ان کو ساحر کہتے ہیں مگر یہ سحر سچائی کا سحر ہوتا ہے اور اس سحر کے مقابلہ میں لوگوں کے خود ساختہ سحر کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہوتی۔ پس اس سچائی کے سحر کو چلانے کی ضرورت ہے مگر یہ ایسا جادو ہے جو پڑھنے سے چلتا ہے، بند رکھنے سے نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو قرآن اور اس کی تفسیر دنیا کو دی وہ اگر تمہارے گھروں میں بند رہے گی تو دنیا کو اس سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ دنیا اس کو اسی وقت سمجھ سکے گی جب وہ لوگوں کے سامنے پیش کی جائے گی۔ پس یہ کام ہے جو ہمیں کرنا ہے اور اسی کے لئے مَیں نے یہ تحریک کی ہے۔ اب تک اس میں دس گیارہ سو روپیہ کے وعدے آ چکے ہیں۔ ڈاک میں جو وعدے مجھے بعد میں ملے ہیں ان سے یہ رقم دو ہزار سے بڑھ گئی ہے☆۔ یہ اتنی رقم ہے کہ اس سے دونوں اخباروں کے قریباً دو دو سو پرچے جاری کئے جا سکتے ہیں ابھی بعض تار اور خطوط وغیرہ مَیں نے دیکھے نہیں۔ ممکن ہے کچھ وعدے اَور بھی آئے ہوں اور اب کہ مَیں نے اس تحریک کی پوری طرح وضاحت کر دی ہے۔ مَیں امید رکھتا ہوں کہ سب دوست اس میں حصہ لیں گے۔ اب تک جو وعدے آئے ہیں وہ صرف ستّر اسّی دوستوں کی طرف سے ہی ہیں اور اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اگر جماعت اس میں پوری طرح حصہ لے تو یقیناً یہ تحریک بہت کامیاب اور مفید ہو سکتی ہے۔" (الفضل 5 نومبر 1942ء)

☆ بعد میں غور کر کے مَیں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ کچھ حصہ اس رقم کا اردو کا ریویو جاری کرنے پر بھی خرچ کیا جائے۔

1: بخاری کتاب الزکوٰة باب اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ (الخ)

2: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ (حٰم السجدة:27)

3: وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ (صٓ:5)

4: وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (الاحقاف:8)